

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين و صلي الله علي سيدنا محمد و آله الطاهرين

خداوند متعالی سورہ مبارک طہ میں فرماتا ہے: ”فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَى إِلَيْكَ وَحْيُهُ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا“ [1] اس آیت کریمہ کے بارے میں مفسرین نے متعدد احتمالات دیئے ہیں، ان احتمالات میں سب سے بہتر احتمال یہ ہے کہ ”وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ“ یعنی ”وَلَا تَعْجَلْ بِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ“ اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کلام خدا کے بارے میں عجیب شوق رکھتے تھے البتہ نقل بھی ہوا ہے کہ کبھی وحی میں کچھ دیر ہوتی، تو پیغمبر اکرم ﷺ بے تاب ہوتے لیکن اس عجیب شوق کی وجہ سے جبرئیل جیسے ہی کسی آیت کو نازل کرتے، پیغمبر اکرم ﷺ بلا فاصلہ اسے اصحاب کے لئے قرائت کرتے تھے، آیت کریمہ نازل ہوئی: ”وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَى إِلَيْكَ وَحْيُهُ“ وحی کے تمام ہونے سے پہلے اور آیت کریمہ کے تمام تأویلات کو بیان کرنے سے پہلے، قرآن کی قرائت میں جلدی مت کرو ”وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا“ اس دعا کو بھی پڑھ لیا کرو اور خدا سے یہ طلب کرو کہ جو بھی آیت نازل ہوتی ہے خدا اس آیت کے بارے میں آپ کو بیشتر علم عنایت کرے، جب ہمیں یہ معلوم ہے کہ خدا کے کلام سے زیادہ حق، واضح، دقیق، صحیح، کامل اور پاک کوئی چیز نہیں ہے، ایک ایسی چیز ہے کہ ”لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ“ کوئی اسے باطل نہیں کرسکتا اور کسی میں یہ قدرت نہیں ہے کہ اسے تغیر کرے، ان سب کے باوجود ایسی مطلب جو پیغمبر ﷺ کے لئے نازل ہوتی ہے خدا ان ﷺ کو یہ تلقین فرماتا ہے ”وَلَا تَعْجَلْ“ جلدی مت کریں۔

پہلا اور مہمترین مطلب جو ہمارے لئے قابل استفادہ ہے یہ ہے کہ علمی گفتگو، خصوصاً اعتقادی گفتگو میں، فرق نہیں کرتا فتویٰ میں یا اعتقادی مسائل میں، اگر کوئی چیز ہمارے ذہن میں خطور کرے، اگرچہ چند روز مطالعہ کیا ہو اور اس بارے میں غور و فکر کیا ہو اور کسی نتیجہ تک پہنچا ہو، اسے جلدی سے دوسروں کے لئے نقل نہ کیا کرے، فقہی مسائل میں اگر گذشتہ علماء کے نظریہ کے خلاف واقعاً کسی نتیجہ پر پہنچے ہو، اسے جلد سے بیان نہ کریں، اور یہ بتانا شروع نہ کرے کہ فقہ میں ہمارے جدید نظریے ہیں، بلکہ اس مسئلہ میں غور و فکر کرنی چاہئے، دینی مسائل میں بہت ہی زیادہ دقت اور غور و فکر کرنا چاہئے، مثال کے طور پر فتوا دینے کے بارے میں مرحوم سید بن طاووس کی حالات کی طرف مراجعہ فرمائیں، آپ فرماتے ہیں: میرے پاس بہت زیادہ کتابیں ہیں میں نے ان تمام کتابوں کے درمیان سے، اموات کے نماز کے قضاء کے بارے میں لکھا ہوں، اس کے علاوہ تیار نہیں ہوا ہوں کہ کسی مسئلہ میں فتوا دے دوں، کہ آپ مرحوم علامہ کے استاد بھی تھے، فقہ میں بہت قوی تھے، ان سب کے باوجود کہتا ہے: میں نے یہ سوچا کہ نظریات میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے لہذا فتوا دینا بہت ہی مشکل ہے، ان فتواؤں کے درمیان میں جو واقع کے مطابق ہوں انسان کا اس تک پہنچنا بہت ہی مشکل ہے، لہذا میں نے فتوا ہی نہیں دیا، اور آیت کریمہ ”وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ لَا خُذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ“ کو اپنے لیے بہت زیادہ پڑھتا رہا کہ اگر میں کسی چیز کو خدا سے نسبت دے دوں، جب کہ خدا پیغمبر ﷺ سے فرماتا ہے: اگر تم نے بعض باتوں کو مجھ سے نسبت دی، ہم تمہارے دائیں ہاتھ کو کاٹ ڈالیں گے، یا بعض دوسرے تعبیروں میں ہے کہ تمہارے گردن کے رگ کو کاٹ ڈالیں گے، جب اپنے پیغمبر ﷺ کو اس طرح ڈراتے دھمکاتے ہیں، میں نے جرأت ہی نہیں کیا کہ فتوا دے دوں۔

یہ کلی طور پر فتوا دینے کے بارے میں نہیں ہے، اگر یہ بات ہو تو کوئی بھی فتوا نہ دے دیں، بلکہ یہ بات اس مقصد کے لئے ہے کہ ان کاموں ہمیں بہت ہی دقت اور احتیاط کرنا چاہئے، اگر ہمارے ذہن میں کوئی بات آگئی، بلا فاصلہ یہ نہ بتائیں کہ یہ مسئلہ اس طرح ہے "و قل رب زدنی علماً" اس وقت آپ کو چاہئے کہ دعا کرنے کے لئے ہاتھوں کو اٹھائیں، یہ تو خدا سے مدد طلب کرنے کا موقع ہے، اگر کوئی چیز آپ کے ذہن میں آئی ہے اور کسی چیز کو سمجھ گیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ خدا نے آپ پر عنایت فرمایا ہے، ابھی شروع ہونے کا وقت ہے، جس شخص کے ذہن میں کوئی چیز نہیں آتی، وہ خدا کا مورد عنایت قرار نہیں پاتا ہے، اگر ہم یہ نہ بتائیں کہ کلی طور پر خدا کا مورد عنایت نہیں ہے تو کم از کم وہ علمی، اعتقادی اور فقہی مسائل میں خدا کا مورد عنایت وتوجہ نہیں ہے، اسی طرح جو انسان شیطان کا دوست ہے شیاطین ان کے اندر بہت سے وسوسے پیدا کرتے ہیں، اسی طرح جو افراد خدا کے اولیاء ہیں، خدا ان کے دلوں میں حقائق کو ڈال دیتا ہے، اب اس کا دا رومدار یہ ہے کہ انسان میں اس کے لئے کتنی ظرفیت پائی جاتی ہے، کس حد تک وہ متوجہ ہو سکتا ہے، ہمیں یہ سمجھ لینا چاہئے: کہ یہ جو ہم پڑھ رہے ہیں، یہ خدا کی لطف سے ہے یہ جو ہم پڑھا سکتے ہیں، معنی کر سکتے ہیں، تجزیہ و تحلیل کر سکتے ہیں، اب ہم اس حد تک پہنچے ہیں کہ خدا نے ہمارے دل میں ایک چیز قرار دیا ہے ایک مشکل مسئلہ کو ہم سمجھ سکتے ہیں، یہ شکر کرنے، دعا اور استغاثہ کرنے کا وقت ہے۔

فقہی مسائل میں متاسفانہ ہم میں سے بعض ایسی ہی جلد فتوا دے دیتے ہیں، بہت جلد اظہار نظر کرتے ہیں، کبھی ہم یہ بتاتے ہیں کہ یہ احتیاطات کیا ہیں کہ جسے ہمارے گذشتہ بزرگان نے بیان کی ہیں؟ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو احتیاط کرنی چاہئے، جی ہاں، اگر کسی چیز میں احتیاط لوگوں کے لئے واقعاً عسرو حرج کا سبب ہو وہاں با ت دوسری ہے، لیکن اگر ہم یہ دیکھیں کہ کوئی شخص اپنی علمی کتاب میں ہاتھ پاؤں مارتا ہے وراس طرف سے احتیاط بتاتا ہے اور اُس طرف سے بھی احتیاط بتائے، معلوم ہوتا ہے وہ ایک قوی فقیہ ہے، جس کے پاس فقہی قوت و طاقت نہ ہو، جلد سے کوئی نظریہ دیتا ہے اور وہاں سے گزر جاتا ہے۔

البتہ لوگوں کے لئے بیان کرتے وقت لحاظ کرنی چاہئے، لیکن انسان جب اپنے اور خدا کے درمیان کسی مطلب کو بتانا چاہتا ہے مثلاً یہ آیت: "وفوالعقود" ہم یہ بتائیں کہ "وفوا" یعنی "واجب" عقد سے وفا کرنا "یعنی" عقد کو تمام کریں" اور گفتگو کو ختم کرے، ایسا تو نہیں ہوتا، اگر ایسا ہو کہ انسان بلا فاصلہ اسی مقدار سے حقیقت تک پہنچ جائے، یہ قرآن اور یہ آیت، خدا کا کلام نہیں ہوا، بلکہ دوسروں کے کلام کی طرح ہوا، کبھی انسان دوسروں کی بات پر اس سے زیادہ توجہ کرتے ہیں، کسی فیلسوف نے یا کسی اور نے کوئی بات کی ہو، اس کے بارے میں کتنا سوچتے ہیں، لیکن یہ کلام، خدا کا کلام ہے، ایک ایسی ہستی سے صادر ہوئی ہے جو تمام موجودات پر احاطہ رکھتا ہے، صبر اور حوصلہ سے کام لینا چاہئے، خدا سے طلب کرے: اے خدا اس آیت کا معنی کیا ہے، اس میں آپ کیا فرمانا چاہتا ہے؟ غور کریں، وہ افراد جو اعتقادی مسائل میں منحرف ہوئے ہیں، اس کی عمدہ دلیل یہی ہے کہ جو مطلب ان کے ذہن میں آئی ہے اسے محکم سمجھ بیٹھا ہے، اسے لکھ لیے اور بہت ہی جلد پھیلا دیا ہے، اس کے بعد منحرفین میں سے ہوئے ہیں، اب اگر اعتقادی مسائل میں انسان کے ذہن میں کوئی بات آتی ہے کچھ مقدار صبر کرنی چاہئے، اس بارے میں سوچے، خاص افراد کے ساتھ اس بارے میں گفتگو کرے اور اپنا نظریہ بیان کرے۔

روحانیت کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ صرف اپنے عصراور زمانے سے مربوط اور متعلق نہیں ہے، جب ہم کہتے ہیں کہ عالم ہونا اور روحانی ہونا کوئی پیشہ نہیں ہے، اس لئے ہے کہ ہر پیشہ اپنے زمان سے مربوط ہے اکثر پیشہ ایسا ہی ہے، جو شخص مستری کا کام کرتا ہے جب اس کی عمر ختم ہوتی ہے اس کا کام بھی ختم ہوتا ہے، اس کے بعد پھر یہ نہیں کہتے کہ مستری کا کام انجام دے رہا ہے، فرض کریں ایک عمارت کو بنا بھی لیا ہے، وہ پچاس یا سو سال بعد ختم ہو جاتی ہے، معاشرہ میں اکثر پیشہ ایسا ہی ہے، کہ اپنے زمان سے محدود ہے، لیکن روحانیت اور عالم اپنے زمان سے محدود نہیں ہے مثلاً شیخ مفید نے ایک ہزار سال پہلے کسی مطلب کو بیان کیا ہے، آج ہم اس کے بارے میں تحقیق کرتے ہیں، یا کوئی مطلب یا کتاب پہلی صدی کی ہے، نوے ہجری کی ہے، ہم آج اس بارے میں تحقیق کرتے ہیں۔

بہت ہی زیادہ توجہ دینا چاہئے ، بعض علماء اور بزرگان اپنے عمر کے اواخر میں یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ جو کچھ لکھا ہے اسے دریا میں ڈال دیں، انسان اپنی ابتدائی سوچ میں اپنے آپ سے کہتے ہیں یہ کوئی صحیح کام نہیں ہے اور کوئی عاقلانہ کام نہیں ہے، زحمت اٹھایا ہے (حتیٰ کہ ہمارے زمانہ میں بھی تھا کہ چند سال پہلے فوت ہوئے) بعض افراد شاید سوچنا کہ کتاب رکھتے تھے ، سب کچھ ان میں تھے سب چیزیں ملی جلی تھیں، انہوں نے وصیت کی، کہ ان سب کو دریا میں ڈال دیں ، شاید اپنے اور خدا کے درمیان میں جس چیز کو حل نہیں کر سکا وہ یہ ہے کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے ، یہ دین کے آئندہ کو کس راستہ پر لگا لے گا ، لوگوں کے کام کو کیا کرے گا ؟ اگر ہم اپنے آپ کو خدا کے سپرد کرے ، اگر جو کچھ لکھتے ہیں اسے خدا کے لئے لکھتے ہیں ، اگر جو کچھ سوچتے ہیں خدا کے لئے سوچتے ہیں، تو جلدی نہیں کرنی چاہئے، "لا تعجل" یہ آیت کریمہ بہت مہم آیت ہے ، خداوند متعالیٰ اپنے کلام کے بارے میں کہ جسے اپنے پیغمبر ﷺ کے لئے نازل کیا ہے ، پیغمبر ﷺ کے قلب مطہر میں ہے ، پیغمبر ﷺ کو اسے لوگوں تک پہنچانے کا حکم ہے ، ان سب کے باوجود فرماتا ہے جلدی مت کریں ، تھوڑا سا صبر کریں تا کہ اس آیت کے حقائق کو زیادہ سے زیادہ جان سکے ، اس کے بعد لوگوں کو بیان کریں، جب پیغمبر ﷺ کے لئے ایسا حکم ہو تو ہم قابل مقایسہ ہی نہیں ہیں ، اور ہماری حالت کو تو بیان ہی نہیں کر سکتے ۔

قرآن جتنا زیادہ پڑھے وہ پرانا نہیں ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے ، کہ ابھی بھی ایسا ہی ہے، میرے خیال میں آیہ کریمہ "وقل رب زدنی علماً" پیغمبر ﷺ سے مخصوص نہیں ہے ، جو بھی کسی آیت کو پڑھ لیں اور اس بارے میں خدا سے مدد طلب کرے ، خدا اس آیت کے بارے میں اس کے دل میں ایک مطلب کو ڈال دیتا ہے ، ہمارا یہ انتخاب کیا ہوا راستہ ایک مہم راستہ ہے ، بہت سخت ہے ، اور بہت ہی مہم ، البتہ اس کی قدر و قیمت بھی بہت زیادہ ہے ، میں نے کسی سے کہا تھا بعض کے ذہن میں یہ بات ہے کہ کہتے ہیں ہم مجتہد ہوئے ہیں لیکن مرجع نہیں ہوئے ، میں نے اس کو یہ بتایا کہ ایک فقہی مسئلہ استنباط کرنا ، ایک فقہی مسئلہ میں اظہار نظر کرنا، اس کی قدر و قیمت تمام مرجعیت سے بلند و بالا ہے ، خود اس کی بہت قدر و قیمت ہے کہ خدا نے انسان کو عطا فرمایا ہے ، اب مرجعیت بھی ایک مسئولیت اور ذمہ داری ہے اگر انسان اسے خداوند عالم کے راہ میں قرار نہ دے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے ۔

ایک دن میں اپنے والد بزرگوار کے خدمت میں تھا ، انہوں نے ملکی کسی مسئلہ کے بارے میں ایک مہم پیغام دیا تھا ، بعض نے آکر مجھ سے یہ بتانے لگے ، ان سے عرض کریں شاید بعض اوقات ایسے پیغام دینا مرجعیت سے سازگار نہ ہو! مثلاً ان کا مقصد یہ تھا کہ مرجع جتنا زیادہ خاموش رہے اور جتنا ہو سکے کم بات کریں اس کی وزن زیادہ ہوتی ہے ، میں نے بھی اس بات کو والد بزرگوار کی خدمت تک پہنچایا ، انہوں نے شدید افسوس کا اظہار کیا کہ کیوں ایسے سوچتے ہیں ، دوسرے الفاظ میں فرمائیے : "وہ مرجع جو اسلام کے کام نہ آئے سوئی کے برابر بھی اس کی کوئی قیمت نہیں ہے" فرمائیے اگر میں نے مرجعیت کی مسئولیت کو قبول کیا ہے اس لئے تھا کہ اس کے ذریعہ میں اسلام اور انقلاب اور لوگوں کی کوئی خدمت کر سکوں اگر یہ نہ ہو تو خود مرجعیت کی کیا قدر و قیمت ہے ، اگر انسان کی مرجعیت ، اس کا لکھنا اور اس کا استنباط کرنا واقعاً خدا کے لئے ہو ، اس کی قدر و قیمت ہے ، یہ انسان کو حیات طیبہ عطا کرتی ہے ، یہ انسان کو زندہ کرتا ہے اگر یہ نہ ہو تو اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے ، جلدی بازی کے بارے میں چند روایات بیان کرنا چاہتا تھا لیکن وقت کی دامن میں گنجائش نہیں ہے ۔

و صلي الله علي محمد و آله الطاهرين